Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
August 31, 2026

Sufi Dimensions of Seerah: A Specialized Study of Mirqāt al-Mafātīḥ by Mullā ʿAlī al-Qārī

عرفانیات سیرت: مرقاۃ المفاتیح از ملا علی قاری کا اختصاصی مطالعہ

Hafiz Uman Subhani
M.Phil. Scholar, Dept. of Islamic Studies, Government College University, Faisalabad
Email: umansubhani007@gmail.com

Prof. Dr. Humayun Abbas
Dean Faculty of Islamic and Oriental Learning, Government College University, Faisalabad
Email: drhumayunabbas@gcuf.edu.pk

Abstract:
The Seerah of the Prophet Muhammad ﷺ is a comprehensive source of guidance for every aspect of human life. One of its profound and significant aspects is, spiritual dimension**,** encompassing themes such as divine gnosis, servitude to Allah, piety, divine love, purification of the soul, spiritual seclusion, purity of the heart, proximity to Allah, and spiritual perfection. herean analytical examination of the Sufi dimensions of the Seerah of the Prophet Muhammad ﷺ in the light of Mulla Ali al-Qari's renowned commentary**,** Mirqat al-Mafatih Sharh Mishkat al-Masabih. Mulla Ali al-Qari regards the Prophet Muhammad ﷺ as the supreme embodiment of divine gnosis, piety, perfect servitude, and divine belovedness. According to him(Mulla Ali al-Qari) the true source of Prophetic sovereignty lies in the perfection of servitude to Allah, while the station of divine belovedness represents the highest degree of proximity to Allah. Likewise, in his discussions of Prophetic seclusion , Shaqq al-Sadr*, the Mi'raj,*Fana' wa Baqa, and continuous fasting (Sawm al-Wisal)*,*Mulla Ali al-Qari highlights profound spiritual meanings and their role in spiritual cultivation. The fundamental finding of this research is that the concept of the sufi Seerah writing in Mirqat al-Mafatih is not detached from the Shari'ah; rather, it is founded upon the interrelationship between following the Prophet ﷺ, purification of the soul, and divine gnosis. Thus, this commentary serves as an important scholarly source for understanding the spiritual and transformative dimensions of the Seerah of the Prophet Muhammad ﷺ.

Keywords: Sufi Dimensions of the Seerah, Mirqāt al-Mafātīḥ, Mullā ʿAlī al-Qārī, Divine Gnosis, Servitude to Allah, Divine Belovedness, Spiritual Seclusion, Prophetic Mi'raj, Fana' and Baqa'

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
August 31, 2026

سیرتِ نبوی ﷺ کا مطالعہ عموماً تاریخی واقعات، فقہی احکام اور ظاہری اعمال کے بیان تک محدود سمجھا جاتا ہے، حالانکہ سیرتِ طیبہ کا ایک نہایت عمیق اور روح پرور پہلو وہ ہے جسے عرفانیاتِ سیرت کہا جاسکتا ہے۔ اس سے مراد حضور اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا وہ باطنی، روحانی اور احسانی مطالعہ ہے جس میں عبدیتِ کاملہ، معرفتِ الٰہی، محبت، اخلاص، توکل، رضا اور مقامِ قرب جیسے حقائق کو نمایاں کیا جاتا ہے۔ یہ زاویۂ نظر محض واقعات کی ترتیب نہیں بلکہ ان کے اندر مضمر روحانی معانی اور سلوکی اشارات کی جستجو ہے۔

حضور ﷺ سید العارفین:

سیرتِ نبوی ﷺ کے عرفانی پہلوؤں [1] میں سے ایک اہم پہلو یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہیں۔ معرفتِ الٰہی دراصل اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور اس کی عظمت کی صحیح پہچان کا نام ہے۔ انبیاء علیہم السلام میں سب سے زیادہ کامل معرفت رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے۔

احادیثِ نبویہ میں بھی اس حقیقت کی وضاحت ملتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ أَتْقَاكُمْ وَأَعْلَمَكُمْ بِاللَّهِ أَنَا[2]

"بیشک میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے زیادہ اسے جانتا ہوں۔"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ معرفتِ الٰہی اور خشیتِ الٰہی میں گہرا تعلق ہے۔ جس قدر انسان کی معرفت زیادہ ہوتی ہے اسی قدر اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور تقویٰ بھی زیادہ ہوتا ہے۔

ملا علی قاریؒ نے ، الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يَخْذُلُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ، التَّقْوَى هَهُنَا کی شرح کرتے ہوئے بعض اہلِ معرفت کا قول نقل کیا ہے:

مَعْنَاهُ أَنَّ حَقِيقَةَ التَّقْوَى فِي صَدْرِي، وَفُرُوعَهَا فِي قُلُوبِ جَمِيعِ الْخَلْقِ؛ لِأَنَّهُ مَحَلُّ عَيْنِ الْجَمْعِ، وَمِرْآةُ كُشُوفِ الْغَيْبِ، كَمَا قَالَ: «أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِاللَّهِ وَأَخْوَفُكُمْ مِنْهُ» يَبِّنَ أَنَّ مَنْ زَادَتْ مَعْرِفَتُهُ زَادَتْ خَشْيَتُهُ وَتَقْوَاهُ، وَلَيْسَ فِي الْكَوْنَيْنِ أَعْرَفُ مِنْهُ[3].

کہ "التقویٰ ہاہنا" کا معنی یہ ہے کہ تقویٰ کی اصل حقیقت رسول اللہ ﷺ کے سینۂ مبارک میں ہے جبکہ اس کی شاخیں تمام مخلوق کے دلوں میں ہیں، کیونکہ آپ ﷺ کا قلب مبارک حقائق کے جمع ہونے کا مقام اور غیبی انکشافات کا آئینہ ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والا اور تم سب سے زیادہ اس سے ڈرنے والا ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کی معرفت زیادہ ہوتی ہے اس کی خشیت اور تقویٰ بھی زیادہ ہوتا ہے، اور دونوں جہانوں میں رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والا کوئی نہیں۔

[1] Dr. Muhammad Humayun Abbas Shams. (2025). A Mystical Approach in Sīrah Writing (A Study of Madārij al-Nubuwwah). *Journal of Religion and Society*, *3*(02), 279–289.

[2] بخاری، محمد بن اسماعیل بخاری ،صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ انا اعلمکم باللہ، رقم الحدیث 20

[3] ملا علی قاری، علی بن سلطان، مرقاۃ المفاتیح ،ج 9 ، ص171

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

اس توضیح سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ معرفتِ الٰہی کے سب سے کامل مظہر ہیں۔ آپ ﷺ کا قلبِ مبارک وہ مرکز ہے جہاں معرفتِ الٰہی کے انوار ظاہر ہوتے ہیں اور یہی انوار آپ کی سیرت، عبادات اور اخلاق میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ اسی وجہ سے صوفیہ کے نزدیک تمام اولیاء کی معرفت دراصل رسول اللہ ﷺ کے فیض اور آپ کی اتباع کا نتیجہ ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معرفت اور تقویٰ میں گہرا تعلق ہے۔ جس قدر انسان اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرتا ہے اسی قدر اس کے دل میں خشیت اور تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔

چونکہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ معرفت حاصل تھی اس لیے آپ ﷺ کا تقویٰ بھی سب سے کامل اور اعلیٰ تھا۔

مقامِ سیادت اور کمالِ عبدیت:

حضور ﷺ کی سیرت میں عظمت اور تواضع کا ایک نایاب امتزاج ملتا ہے۔

یہ امتزاج ہمیں سیرت کے اس عرفانی پہلو سے روشناس کراتا ہے جہاں حقیقی فخر عبدیت[4] اور اخلاص میں ہے، نہ کہ غرور یا تکبر میں۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ[5]

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اولادِ آدم کا سردار ہوں، اور یہ بات بطورِ فخر نہیں کہہ رہا ہوں۔"

ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ

وَيُمْكِنُ أَنْ يَكُونَ الْمَعْنَى وَلَا فَخْرَ فِي هَذِهِ السِّيَادَةِ، بَلْ أَفْتَخِرُ بِالْعُبُودِيَّةِ لَهُ وَالْعِبَادَةِ، فَإِنَّهُ يُوجِبُ الْحُسْنَى وَالزِّيَادَةَ[6].

ممکن ہے کہ اس سیادت میں کوئی فخر نہ ہو، بلکہ میں اللہ کی بندگی اور عبادت پر فخر کرتا ہوں، کیونکہ یہی بندگی حسنِ انجام اور قربِ الٰہی میں اضافہ کا سبب بنتی ہے۔

آپ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول لکھتے ہیں کہ

قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : الْمَدْحُ هُوَ الذَّبْحُ، وَذَلِكَ لِأَنَّ الْمَذْبُوحَ هُوَ الَّذِي يَفْتُرُ عَنِ الْعَمَلِ، فَكَذَلِكَ الْمَمْدُوحُ، لِأَنَّ الْمَدْحَ يُوجِبُ الْفُتُورَ وَيُورِثُ الْكِبْرَ وَالْعُجْبَ، وَهُوَ لِذَلِكَ مُهْلِكٌ كَالذَّبْحِ، فَإِنْ سَلِمَ الْمَدْحُ عَنْ هَذِهِ الْآفَاتِ لَمْ يَكُنْ بِهِ بَأْسٌ، بَلْ رُبَّمَا كَانَ مَنْدُوبًا إِلَيْهِ، وَلِذَلِكَ أَثْنَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى الصَّحَابَةِ، وَكَانُوا أَجَلَّ رُتْبَةً مِنْ أَنْ يُورِثَهُمْ ذَلِكَ كِبْرًا أَوْ عُجْبًا، بَلْ يَزِيدُهُمْ جِدًّا، يَبْعَثُهُمْ أَنْ يَزِيدُوا فِيمَا يَسْتَوْجِبُونَ الْحَمْدَ مِنْ مَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ. [7]

[4] Saifi, U. H., & Abbas, H. (2024). حقیقت و معرفت مکتوبات امام ربانی کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ: A Analytical study of Truth and Spiritual Knowledge in the Light of Imam Rabbani's Writings. *INKISHAF*, *4*(12), 244-262.

[5] ترمذی،محمد بن عیسی، السنن،کتاب التفسیر، ،باب ومن سورة بنی اسرائیل،رقم الحدیث 3148

[6] ملا علی قاری،علی بن سلطان ،مرقاۃ المفاتیح ،ج 10 ، ص441

[7] ملا علی قاری،علی بن سلطان ،مرقاۃ المفاتیح ،ج 10 ، ص441

OPEN ACCESS
CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
August 31, 2026

کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا": مدح کرنا ذبح کے مترادف ہے، کیونکہ جسے ذبح کیا جائے وہ حرکت چھوڑ دیتا ہے، اسی طرح تعریف انسان کو فُتور، کبر اور عجب میں مبتلا کر سکتی ہے، اور یہی ہلاکت کا سبب بنتی ہے۔" لیکن اگر تعریف ان آفات سے محفوظ ہو تو یہ باعثِ ترغیب بھی بن سکتی ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کی تعریف فرماتے تاکہ وہ مزید مجاہدہ اور مکارمِ اخلاق میں اضافہ کریں۔

یہ مقام سیرتِ رسول ﷺ کے ایک نہایت گہرے عرفانی اصول کو واضح کرتا ہے، اور وہ ہے۔ کمالِ سیادت کا سرچشمہ کمالِ عبودیت ہے۔ حضور ﷺ نے اپنی سیادت کا اعلان کیا، کیونکہ یہ حق تھا اور اظہارِ نعمت بھی، لیکن ساتھ ہی "ولا فخر" فرما کر یہ واضح کر دیا کہ یہ عظمت نفس کی بڑائی نہیں بلکہ عطائے ربانی ہے۔ ملا علی قاریؒ نے اس کو یوں سمجھایا کہ اصل فخر اگر ہے تو عبدیت میں ہے، کیونکہ عبدیت ہی وہ مقام ہے جو "الحسنی والزيادة" یعنی حسنِ انجام اور قربِ الٰہی میں اضافہ کا سبب بنتا ہے۔

یہاں سیرت کا عرفانی پہلو یہ بنتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عظمت کا راز اقتدار، غلبہ یا سیادت میں نہیں بلکہ کامل عبودیت میں مضمر ہے۔ جس قدر مقام بلند ہوتا گیا، اسی قدر انکسار اور تواضع میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں عبد اپنی نسبت کو مٹاتا نہیں بلکہ اسے عبد ہونے پر ہی فخر ہوتا ہے۔ مدح کے خطرات کا ذکر دراصل نفس کی تربیت کا اصول ہے۔ عرفان کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ نفس کا عجب اور کبر ہے۔ تعریف انسان کو خود پسندی میں مبتلا کر سکتی ہے، اور خود پسندی حجابِ اکبر ہے۔ لیکن جب نفس تزکیہ یافتہ ہو جائے تو تعریف اسے سست نہیں بلکہ مزید مجاہدہ پر آمادہ کرتی ہے۔ یہی حال صحابہ کرام کا تھا، اور یہی حال کاملین کا ہوتا ہے

رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں اعلیٰ مرتبہ کے باوجود عجز وانکساری ایک نمایاں عرفانی پہلو ہے۔ یہ ہمیں سکھاتی ہے کہ حقیقی عظمت کسی دنیاوی طاقت یا شاہی مرتبے میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اور بندگی میں ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں یہ درس عملی طور پر ظاہر فرمایا کہ نبوت کا کمال بندگی میں مضمر ہے نہ کہ دنیاوی شاہانہ طاقت میں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَائِشَةُ لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِي جِبَالُ الذَّهَبِ جَاءَنِي مَلَكٌ وَإِنَّ حُجْزَتَهُ لَتُسَاوِي الْكَعْبَةَ، فَقَالَ: إِنَّ رَبَّكَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ إِنْ شِئْتَ نَبِيًّا عَبْدًا وَإِنْ شِئْتَ نَبِيًّا مَلِكًا فَنَظَرْتُ إِلَى جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَشَارَ إِلَيَّ أَنْ ضَعْ نَفْسَكَ[8]"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! اگر میں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چل سکتے تھے، ایک فرشتہ آیا اور اس کی قدامت کعبہ کے برابر تھی، اور اس نے کہا: تمہارا رب تم پر سلام بھیجتا ہے اور کہتا ہے، اگر چاہو تم نبی کو بندہ بناؤ یا نبی کو بادشاہ۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا، اور انہوں نے مجھے اشارہ کیا کہ اپنے نفس کو پست رکھو۔"

ملا علی قاری مقام عبودیت کی ایک اور مثال اس حدیث کی شرح میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

[8] تبریزی، محمد بن عبداللہ، مشکوۃ المصابیح، کراچی، مکتبہ البشری، 2010ء، کتاب الفضائل والشمائل، رقم الحدیث 5835

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

أَنَّهُ أَوْمَأَ إِلَيَّ بِأَنْ حُطَّ نَفْسَكَ عَنْ طَمَعِ مَرْتَبَةِ الْمُلُوكِيَّةِ، وَاخْتَرْ أَنْ تَكُونَ فِي مَقَامِ الْعُبُودِيَّةِ، فَإِنَّهُ فِي الْمَآلِ أَعْلَى، وَفِي الْمَنَازِلِ أَغْلَى، وَفِي ذَوْقِ الطَّالِبِينَ أَحْلَى، فَإِنَّ الْمُلْكَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ، وَقَدْ قَالَ تَعَالَى: {وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ}[9] أَيْ: لِتَظْهَرَ عُبُودِيَّتُهُمْ لِي وَأُلُوهِيَّتِي وَرُبُوبِيَّتِي لَهُمْ[10]

کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے اشارہ کیا کہ اپنی خواہش کو بادشاہت کی بلند مقام کی طرف نہ بڑھاؤ بلکہ عبودیت یعنی اللہ کی بندگی کے مقام کو اختیار کرو۔ کیونکہ یہ مقام آخرت میں سب سے بلند، منازل میں سب سے قیمتی اور طالبین کے ذوق میں سب سے خوشگوار ہے۔ در حقیقت، سب بادشاہت اور اقتدار اللہ تعالی کے لیے ہے، جو واحد، غالب اور ہے۔اور اللہ تعالی نے فرمایا": میں نے جن وانس کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں" یعنی تماری عبودیت میرے لیے ظاہر ہو جائے اور میری الوہیت اور ربوبیت تمہارے لیے ظاہر ہو جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے دنیاوی شان و شوکت کی کوئی خواہش نہیں رکھی، بلکہ اللہ کی بندگی اور قرب کو اپنے لیے اعلیٰ مقام سمجھا۔اس عمل سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی عظمت بندگی اور انکساری میں ہے، نہ کہ دنیاوی طاقت یا دولت میں اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ روحانی کامیابی اور اعلیٰ مرتبہ اللہ کی رضا اور بندگی میں مضمر ہے۔ آپ ﷺ کی یہ انکساری امت کے لیے ایک عملی نمونہ ہے، کہ نبوت کے اعلیٰ مقام کے باوجود عاجزی اور تواضع برقرار رکھنا ضروری ہے۔

مقام محبوبیت:

رسول اللہ ﷺ اللہ کے محبوب ہونے کے درجے پر فائز ہیں، جو کمالِ عرفان اور قربِ الٰہی کی اعلیٰ علامت ہے۔ یہ مقام ظاہر کرتا ہے کہ حضور ﷺ کی ذات نہ صرف اللہ کی محبت میں مکمل ہے بلکہ اللہ کی رضا اور مرضی کے تابع عمل کرنے میں بھی بے مثال ہیں۔اسی وجہ سے تمام مخلوقات میں حضور ﷺ کی محبت اور عظمت کا سرچشمہ یہی مقام ہے، جو انسان کی روحانی ترقی اور قربِ الٰہی کی راہ کے لیے رہنما ہے۔

صحابہ کرام جب تمام انبیاء کے اوصاف بیان کر رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ پاس سے گزرے اور فرمایا

قَدْ سَمِعْتُ كَلَامَكُمْ وَعَجَبَكُمْ أَنَّ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلُ اللَّهِ وَهُوَ كَذَلِكَ، وَمُوسَى نَبِيُّ اللَّهِ وَهُوَ كَذَلِكَ وَعِيسَى رُوحُهُ وَكَلِمَتُهُ وَهُوَ كَذَلِكَ، وَآدَمُ اصْطَفَاهُ اللَّهُ وَهُوَ كَذَلِكَ، أَلَا وَأَنَا حَبِيبُ اللَّهِ وَلَا فَخْرَ[11]

میں نے تمہارے کلام سنا اور تمہارا تعجب دیکھا کہ ابراہیم اللہ کے خلیل ہیں اور ویسے ہی، موسیٰ اللہ کے نبی ہیں اور ویسے ہی، عیسیٰ روح اللہ اور اس کا کلمہ ہیں اور ویسے ہی، آدم اللہ کے برگزیدہ ہیں اور ویسے ہی۔ لیکن میں اللہ کا حبیب ہوں اور یہ بات از راہ فخر نہیں کہتا

اس کی شرح میں ملا علی قاری نے خلیل اور حبیب کے فرق کو قرآنی مثالوں کی روشنی میں واضح کیا ہے آپ فرماتے ہیں

[9] الذاریات :56
[10] ملا علی قاری،علی بن سلطان مرقاۃ المفاتیح ،ج 10 ، ص500
[11] ترمذی،محمد بن عیسی ،السنن ،کتاب المناقب ،باب فی فضل النبی ﷺ ،رقم ال حدیث 3616

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

أَنَّ الْخَلِيلَ فِي مَنْزِلَةِ الْمُرِيدِ السَّالِكِ الطَّالِبِ، وَالْحَبِيبُ فِي مَنْزِلَةِ الْمُرَادِ الْمَجْذُوبِ الْمَطْلُوبِ {اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ}[12] وَلِذَا قِيلَ: الْخَلِيلُ يَكُونُ فِعْلُهُ بِرِضَا اللَّهِ تَعَالَى، وَالْحَبِيبُ يَكُونُ فِعْلُ اللَّهِ بِرِضَاهُ.قَالَ تَعَالَى: {فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا}[13] {وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى}[14]وَالْأَظْهَرُ فِي الِاسْتِدْلَالِ عَلَى أَنَّ مَرْتَبَةَ مَحْبُوبِيَّتِهِ فِي دَرَجَةِ الْكَمَالِ قَوْلُ ذِي الْجَلَالِ وَالْجَمَالِ: {قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ} [15]

'خلیل'اس مرید، سالک اور طالب کی منزل پر ہے جو تلاش میں ہو، جبکہ 'حبیب'اس مراد، محبوب اور مطلوب کی منزل پر ہے جسے چن لیا گیا ہو۔(جیسا کہ قرآن میں ہے:)"اللہ جسے چاہتا ہے اپنی طرف چن لیتا ہے اور اپنی طرف آنے کا راستہ اسے دکھاتا ہے جو رجوع کرے۔ "اسی لیے کہا گیا ہے کہ: خلیل کے کام اللہ تعالی کی رضا کے تابع ہوتے ہیں، جبکہ حبیب کی رضا کے مطابق اللہ تعالی کام فرماتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے (حبیب ﷺ کے بارے میں) فرمایا: "پس ہم ضرور آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں" اور فرمایا: "اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ "اور اس بات پر سب سے واضح دلیل کہ آپ ﷺ کی محبوبیت کا مرتبہ کمال کے درجے پر ہے، اللہ ذوالجلال والجمال کا یہ فرمان ہے: "فرما دیجیے! اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔[16]"

رسول اللہ ﷺ اللہ کے حبیب ہونے کے مقام پر فائز ہیں، جو محبت اور قربِ الٰہی کے اعلیٰ درجے کی نشانی ہے۔ خلیل اور حبیب میں فرق یہ سکھاتا ہے کہ خلیل اللہ سے اپنی حاجت اور ضرورت کی بنا پر محبت کرتا ہے، جبکہ حبیب ﷺ کی محبت اللہ کی رضا کے لیے خود مختار اور کامل ہے۔ یہ مقام ہمیں یہ سمجھاتا ہے کہ حقیقی روحانی کمال اور قربِ الٰہی محض حاجت یا درخواست سے نہیں بلکہ مکمل عشق، اخلاص اور اللہ کی رضا کے لیے عمل سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ کی جانب سے حبیب ﷺ کا منتخب ہونا اور آپ کی محبت کو کمال کے درجے پر رکھنا، سیرتِ رسول ﷺ میں عرفان اور روحانیت کا بہترین عملی نمونہ ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ میں صفتِ جبار کا عرفانی پہلو:

رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ نہ صرف شریعت کی تعلیم دینے والی ہے بلکہ آپ ﷺ کی شخصیت ایسی کامل اور مؤثر ہے کہ وہ خود انسانوں کے لیے نمونہ اور معیار بن جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماءِ تصوف نے بعض مواقع پر اللہ تعالی کے صفاتی ناموں کی شرح کرتے ہوئے ان کے اخلاقی و روحانی مظاہر کو انبیاء علیہم السلام کی سیرت میں تلاش کیا ہے۔

اسی سلسلے میں ملا علی قاریؒ نے اسمائے حسنیٰ میں سے "الجبار "کی شرح کرتے ہوئے امام غزالی کا قول نقل کرتے ہیں اور اس کا کامل مصداق رسول اللہ ﷺ کی ذات کو قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

[12] الشورى :13
[13] البقرة،:144
[14] الضحى:5
[15] آل عمران:31
[16] ملا علی قاری،علی بن سلطان ،مرقاة المفاتيح ،ج 10 ، ص443

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

الْجَبَّارُ مِنَ الْعِبَادِ مَنِ ارْتَفَعَ عَنِ الِاتِّبَاعِ، وَنَالَ دَرَجَةَ الِاسْتِتْبَاعِ، وَتَفَرَّدَ بِعُلُوِّ رُتْبَتِهِ بِحَيْثُ يُجْبِرُ الْخَلْقَ هَيْئَتُهُ وَصُورَتُهُ عَلَى الِاقْتِدَاءِ بِهِ، وَمُتَابَعَتِهِ فِي سَمْتِهِ وَسِيرَتِهِ، فَيُفِيدُ الْخَلْقَ وَلَا يَسْتَفِيدُ، وَيُؤَثِّرُ وَلَا يَتَأَثَّرُ، وَلَمْ يَكْمُلْ هَذَا الْمَقَامُ إِلَّا لِنَبِيِّنَا ﷺ[17].

بندوں میں "جبار" وہ شخص ہوتا ہے جو دوسروں کی پیروی کرنے سے بلند ہو کر اس مقام تک پہنچ جائے کہ لوگ اس کی پیروی کرنے لگیں۔ اس کی بلند مرتبہ شخصیت ایسی ہو کہ اس کی ہیئت اور اس کا کردار لوگوں کو اس کی اقتداء اور اس کی سیرت کی پیروی پر مجبور کر دے۔ ایسا شخص مخلوق کو فائدہ پہنچاتا ہے لیکن خود ان سے فائدہ حاصل نہیں کرتا، وہ دوسروں پر اثر انداز ہوتا ہے مگر خود کسی کے اثر میں نہیں آتا۔ اور یہ کامل مقام ہمارے نبی محمد ﷺ کے علاوہ کسی کو مکمل طور پر حاصل نہیں ہوا۔

ملا علی قاریؒ نے اسم الجبار کے تحت تصوف کا ایک نہایت دقیق اور تربیتی پہلو اجاگر کیا ہے۔ یہاں جبر کا مفہوم دوسروں پر سختی نہیں بلکہ نفسِ امّارہ پر سختی ہے۔ عارف سب سے پہلے اپنے اندر موجود کمزوریوں، خواہشات اور نفسانی میلان کو توڑتا ہے، اور یہی اندرونی جبر اس کی شخصیت کو مضبوط بناتا ہے۔ یہی مضبوطی آگے چل کر سکینت، وقار اور ثبات میں تبدیل ہو جاتی ہے، جس کے نتیجے میں عارف زمانے کے حوادث سے متزلزل نہیں ہوتا بلکہ وہ دوسروں کی اصلاح کا سبب بن جاتا ہے۔ امام غزالیؒ کے قول سے یہ نکتہ مزید واضح ہو جاتا ہے کہ کامل جبّار وہ ہے جو خود کسی کے زیرِ اثر نہ ہو، بلکہ اس کی ذات خود دوسروں کے لیے معیارِ ہدایت بن جائے۔ یہ تصور تشکیلِ شخصیت کے باب میں نہایت اہم ہے، کیونکہ اس سے ایک ایسا فرد سامنے آتا ہے جو باطن میں مجاہد، ظاہر میں راہبر، اور معاشرے میں مؤثر مصلح ہوتا ہے۔ تاہم ملا علی قاریؒ نے نہایت توازن کے ساتھ واضح کیا کہ اس مقام کا کامل نمونہ صرف رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے، باقی اولیاء و عارفین اس مقام کی جھلک پاتے ہیں۔

اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا ایک عرفانی پہلو یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی ذات انسانیت کے لیے کامل نمونہ اور مرکزِ اقتداء ہے۔ آپ ﷺ کی شخصیت ایسی جامع اور مؤثر تھی کہ لوگوں کے دل خود بخود آپ کی اتباع کی طرف مائل ہو جاتے تھے۔ تصوف کی اصطلاح میں اس کو روحانی اثر یا تاثیرِ نبوی کہا جاتا ہے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نہ صرف تعلیم دیتے ہیں بلکہ آپ کی ذات خود ایک ایسی عملی حقیقت ہے جو انسانوں کے دلوں کو بدل دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی سیرت نے عرب کے منتشر معاشرے کو ایک منظم امت میں تبدیل کر دیا۔

خلوت گزینی اور عرفانِ قلب:

رسول اللہ ﷺ کو خلوت گزینی کا شوق اس لیے تھا تاکہ دل کی توجہ خالص اللہ تعالی کی طرف رہے، اور انسان کے تعلقات و دنیاوی مشغلے دل کی عبادت میں خلل نہ ڈالیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے ہی مروی روایت ہے کہ

أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ فِي النَّوْمِ، فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ، ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ[18]

[17] ملا علی قاری، علی بن سلطان ،مرقاۃ المفاتیح ،ج 5 ،ص 173-174
[18] بخاری، محمدبن اسماعیل، صحیح بخاری ،کتاب بدء الوحی ،باب بدء الوحی ، رقم الحدیث 3

OPEN ACCESS CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
August 31, 2026

رسول اللہ ﷺ پر وحی کا آغاز سچائی کی خواب بینی سے ہوا، اور آپ ﷺ جو خواب دیکھتے اس کی تعبیر صبح کے اجالے کی طرح روشن سامنے آجاتی پھر آپ ﷺ کو خلوت اور تنہائی بہت پسند ہو گئی۔

ملا علی قاری خلوت گزینی کی شرح میں امام نووی اور خطابی کا قول لکھتے ہیں کہ

قَالَ النَّوَوِيُّ: الْخَلْوَةُ شَأْنُ الصَّالِحِينَ وَعِبَادِ اللَّهِ الْعَارِفِينَ. قَالَ الْخَطَّابِيُّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلْوَةُ لِأَنَّ مَعَهَا فَرَاغَ الْقَلْبِ، وَهِيَ مُعِينَةٌ عَلَى التَّفَكُّرِ، وَبِهَا يَنْقَطِعُ عَنْ مَأْلُوفَاتِ الْبَشَرِ وَيَخْشَعُ قَلْبُهُ وَيَجْمَعُ هَمَّهُ، فَالْمُخْلِصُ فِي الْخَلْوَةِ يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيْهِ مَا يُؤْنِسُهُ فِي خَلْوَتِهِ مِنْ تَعْوِيضِ اللَّهِ تَعَالَى إِيَّاهُ عَمَّا تَرَكَهُ لِأَجْلِهِ[19]

امام نووی فرماتے ہیں کہ : خلوت صالحین اور اللہ کے جاننے والے عارفوں کا خاصہ ہے۔ الخطابی کہتے ہیں کہ رسول ﷺ کو خلوت پسند آئی کیونکہ اس سے دل کو سکون اور توجہ حاصل ہوتی ہے، اور انسان دنیاوی عادات سے الگ ہو کر اللہ کی طرف جھکاؤ محسوس کرتا ہے۔ خالص شخص جو خلوت میں اللہ کے لیے ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے وہ لطف و نور عطا فرماتا ہے جو اس نے دنیاوی تعلقات میں ترک کیا۔

آپ ﷺ نے دنیاوی تعلقات اور مشغلے ترک کر کے اللہ کی عبادت اور اپنے دل کی پاکیزگی میں وقت گزارا۔ خلوت میں دل کی توجہ اور فکر کا نور ظاہر ہوتا ہے اور روح کو اللہ کی معرفت سے روشن کرتا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ رسول ﷺ کی تنہائی محض جسمانی نہیں بلکہ ایک روحانی تجربہ اور عرفانی قربِ الٰہی کا ذریعہ تھی۔

رسول اللہ ﷺ کی خلوت گزینی کے بارے میں محدثین نے صرف اس کے اصل واقعہ کو ہی بیان نہیں کیا بلکہ اس کی مدت اور اس میں موجود روحانی حکمتوں پر بھی گفتگو کی ہے۔

اس سلسلے میں علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

إِبْهَامُ الْعَدَدِ لِاخْتِلَافِهِ بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْمُدَّةِ الَّتِي يَتَخَلَّلُهَا مَجِيئُهُ إِلَى أَهْلِهِ، وَإِلَّا فَأَصْلُ الْخَلْوَةِ قَدْ عُرِفَتْ مُدَّتُهَا وَهِيَ شَهْرٌ فِي كُلِّ سَنَةٍ، وَذَلِكَ الشَّهْرُ كَانَ رَمَضَانَ.

خلوت کی مدت کو مبہم رکھا گیا کیونکہ اس کے درمیان آپ ﷺ کا کبھی اپنے گھر والوں کے پاس آنا بھی ہوتا تھا۔ ورنہ اصل خلوت کی مدت معلوم ہے اور وہ ہر سال ایک مہینہ ہوتی تھی، اور وہ مہینہ رمضان المبارک کا ہوتا تھا۔

اس کے بعد ملا علی قاریؒ ایک نہایت لطیف عرفانی احتمال بیان کرتے ہیں:

وَيُمْكِنُ أَنْ يَكُونَ الْمُدَّةُ أَرْبَعِينَ قِيَاسًا عَلَى مِيقَاتِ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَلِمَا فِيهَا مِنَ الْخَوَاصِّ وَالْأَسْرَارِ الَّتِي تَظْهَرُ آثَارُهَا وَأَنْوَارُهَا عَلَى الصُّوفِيَّةِ الْأَبْرَارِ مَعَ مَا فِيهَا مِنْ مُطَابَقَةِ الْأَرْبَعِينَاتِ فِي الْأَطْوَارِ[20].

اور ممکن ہے اس خلوت کی مدت چالیس دن رہی ہو، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے میقات کے قیاس پر، کیونکہ چالیس دنوں میں ایسی خاص روحانی خصوصیات اور اسرار پائے جاتے ہیں جن کے آثار اور انوار نیک صوفیوں پر ظاہر ہوتے ہیں، اور انسانی روحانی مراحل میں بھی چالیس کے عدد کی ایک خاص مناسبت پائی جاتی ہے۔

اس کی تائید میں وہ ایک حدیث بھی نقل کرتے ہیں:

[19] ملا علی قاری،علی بن سلطان، مرقاۃ المفاتیح ،ج 10 ، ص506
[20] ملا علی قاری،علی بن سلطان ،مرقاۃ المفاتیح ،ج 10 ، ص507

CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
August 31, 2026

وَقَدْ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»: مَنْ أَخْلَصَ لِلَّهِ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا ظَهَرَتْ يَنَابِيعُ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهِ عَلَى لِسَانِهِ[21]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'': جو شخص چالیس دن تک خالص اللہ کے لیے اخلاص کے ساتھ عبادت کرے تو اس کے دل سے حکمت کے چشمے جاری ہو کر اس کی زبان پر ظاہر ہو جاتے ہیں۔''

اس بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خلوت صرف ظاہری تنہائی نہیں تھی بلکہ ایک روحانی تربیت اور باطنی تیاری تھی۔ چالیس دن کا ذکر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ روحانی مجاہدہ اور اخلاص کے ذریعے دل میں معرفت اور حکمت کے انوار پیدا ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے صوفیاء نے بھی چلہ کشی اور مجاہدہ کے لیے چالیس دن کی مدت کو اہم سمجھا ہے۔ یوں رسول اللہ ﷺ کی خلوت دراصل تزکیۂ نفس، تفکر اور انوارِ معرفت کے ظہور کا ذریعہ تھی، جو بعد میں نزولِ وحی کی عظیم ذمہ داری کے لیے روحانی آمادگی کا سبب بنی۔

قلبِ نبوی ﷺ کی طہارت اور نورانیت:

سیرتِ نبوی ﷺ کے عرفانی پہلوؤں میں سے ایک اہم واقعہ شقّ صدر ہے۔ اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے قلبِ مبارک کو ظاہری اور باطنی طور پر پاک اور منور فرمایا تاکہ وہ وحیِ الٰہی کے نزول کے لیے مکمل طور پر تیار ہو جائے۔ دراصل تصوف کے نزدیک دل وہ مقام ہے جہاں معرفتِ الٰہی اور انوارِ ربانی کا ظہور ہوتا ہے، اس لیے قلب کی طہارت کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ

مُقَدَّسَ الْقَلْبِ مُنَوَّرَهُ، لِيَسْتَعِدَّ لِقَبُولِ الْوَحْيِ، وَلَا يَتَطَرَّقَ إِلَيْهِ هَوَاجِسُ النَّفْسِ، وَيَقْطَعَ طَمَعَ الشَّيْطَانَ عَنْ إِغْفَالِهِ، كما يُشِيرُ إِلَيْهِ قَوْلُهُ: هَذَا حَظُّ الشَّيْطَانِ مِنْكَ[22].

(اللہ تعالیٰ نے) آپ ﷺ کے قلبِ مبارک کو مقدس اور منور فرمایا تاکہ وہ وحی کے قبول کرنے کے لیے تیار ہو جائے، اس میں نفس کے وسوسے داخل نہ ہو سکیں اور شیطان کی یہ امید بھی ختم ہو جائے کہ وہ آپ کو غفلت میں ڈال سکے۔ اسی طرف اس قول میں اشارہ ہے" : یہ تم میں شیطان کا حصہ تھا"۔

آپ معراج کے موقع پر ہونے والے شق صدر کے متعلق لکھتے ہیں کہ

وَهَذَا الشَّقُّ غَيْرُ مَا كَانَ فِي زَمَنِ الصِّبَا إِذْ هُوَ لِإِخْرَاجِ مَادَّةِ الْهَوَى مِنْ قَلْبِهِ، وَهَذَا لِإِدْخَالِ كَمَالِ الْعِلْمِ وَالْمَعْرِفَةِ فِي قَلْبِهِ. قُلْتُ: وَفِيهِ إِيمَاءٌ إِلَى التَّخْلِيَةِ وَالتَّحْلِيَةِ وَمَقَامِ الْفَنَاءِ وَالْبَقَاءِ وَنَفْيِ السَّوِيِّ وَإِثْبَاتِ الْمَوْلَى، [23]

یہ شقِّ صدر اس شقِّ صدر سے مختلف ہے جو بچپن کے زمانہ میں ہوا تھا، کیونکہ وہ آپ کے دل سے خواہشِ نفس کے مادہ کو نکالنے کے لیے تھا، جبکہ یہ اس لیے ہے کہ آپ کے قلبِ مبارک میں علم اور معرفت کے کمال کو داخل کیا جائے۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ پہلے دل کو خالی کیا جاتا ہے پھر اسے آراستہ کیا جاتا ہے، اور یہ فنا و بقا کے مقام، غیر کی نفی اور مولیٰ کے اثبات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔

[21] أصبهاني، أبو نعيم أحمد بن عبد الله الأصبهاني، حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، مصر، مطبعة السعادة1394ھ،ج5،ص189
[22] ملا علی قاری،علی بن سلطان ،مرقاۃ المفاتیح،ج 10 ، ص529
[23] ملا علی قاری،علی بن سلطان ،مرقاۃ المفاتیح ،ج 10 ، ص549

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: August 31, 2026

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا قلبِ مبارک اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت سے ہر قسم کی باطنی آلودگی سے پاک کر دیا گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ وحیِ الٰہی کے سب سے کامل اور محفوظ امین بنے۔ عرفانی نقطۂ نظر سے یہ دونوں واقعات اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ معرفتِ الٰہی اور فیوضِ ربانی کے حصول کے لیے دل کا پاک اور منور ہونا ضروری ہے۔ اسی لیے صوفیہ کے نزدیک قلبِ نبوی ﷺ کامل ترین دل ہے جس میں انوارِ وحی اور معرفتِ الٰہی کامل طور پر جلوہ گر ہوئے۔ اس طرح واقعۂ شقِ صدر نہ صرف ایک معجزہ ہے بلکہ سیرتِ نبوی ﷺ کے عرفانی پہلوؤں میں سے بھی ایک اہم حقیقت کو ظاہر کرتا ہے

کمالِ روحانی اور معراجِ نبوی ﷺ:

علماءِ تصوف کے نزدیک انسانی روح کے درجات مختلف ہوتے ہیں۔ بعض ارواح محض بشری صفات کے غلبہ کی وجہ سے روحانی ترقی سے محروم رہتی ہیں، جبکہ بعض ارواح علم و معرفت یا اخلاقی ریاضت کے ذریعے کمال حاصل کرتی ہیں۔ تاہم سب سے اعلیٰ درجہ اس روح کا ہے جس میں علمی کمال اور اخلاقی کمال دونوں جمع ہو جائیں۔ یہی درجہ دراصل انبیاء اور صدیقین کا ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ کا عرفانی پہلو بھی اسی حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ روحانی کمال کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہیں، اور اسی کمالِ روحانی کی بنا پر آپ کو معراج جیسا عظیم شرف حاصل ہوا۔

علامہ ملا علی قاریؒ بیان کرتے ہیں کہ ارواح کی چار قسمیں ہیں۔ پہلی وہ ارواح ہیں جو بشری صفات کی کدورت سے آلودہ ہوتی ہیں، اور یہ عام لوگوں کی ارواح ہیں جن پر حیوانی قوتیں غالب ہوتی ہیں، اس لیے وہ روحانی عروج کو قبول نہیں کرتیں۔ دوسری وہ ارواح ہیں جن میں علمی قوت کا کمال ہوتا ہے جو علوم کے حصول سے پیدا ہوتا ہے، اور یہ علماء کی ارواح ہیں۔ تیسری وہ ارواح ہیں جن میں بدن کو سنبھالنے والی قوت کا کمال ہوتا ہے جو عمدہ اخلاق کے حصول سے حاصل ہوتا ہے، اور یہ ریاضت کرنے والوں کی ارواح ہیں، جب ان کے بدن ریاضت اور مجاہدہ کے ذریعے مضبوط ہو جاتے ہیں۔ ملا علی قاری آخری قسم کے متعلق لکھتے ہیں کہ

وَالرَّابِعُ: الْأَرْوَاحُ الْحَاصِلَةُ لَهَا كَمَالُ الْقُوَّتَيْنِ، وَهَذِهِ غَايَةُ الْأَرْوَاحِ الْبَشَرِيَّةِ وَهِيَ لِلْأَنْبِيَاءِ وَالصِّدِّيقِينَ، فَلَمَّا ازْدَادَ قُوَّةُ أَرْوَاحِهِمُ ازْدَادَ ارْتِفَاعُ أَبْدَانِهِمْ عَنِ الْأَرْضِ، وَبِهَذَا لَمَّا كَانَ الْأَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ قَوِيَتْ فِيهِمْ هَذِهِ الْأَرْوَاحُ عُرِجَ بِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ، وَأَكْمَلُهُمْ قُوَّةً نَبِيُّنَا، فَعُرِجَ بِهِ إِلَى قَابِ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى[24].

علماء نے کہا ہے کہ چوتھی وہ ارواح ہیں جن میں دونوں قوتوں کا کمال جمع ہو جاتا ہے، اور یہی انسانی ارواح کا اعلیٰ ترین درجہ ہے، اور یہ انبیاء اور صدیقین کا مقام ہے۔ جب ان کی ارواح کی قوت بڑھتی ہے تو ان کے اجسام بھی زمین سے بلند ہو جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے جب انبیاء علیہم السلام میں یہ ارواح قوی ہوئیں تو انہیں آسمان کی طرف عروج عطا کیا گیا، اور ان سب میں سب سے زیادہ کامل قوت ہمارے نبی ﷺ کی تھی، چنانچہ آپ کو قاب قوسین یا اس سے بھی زیادہ قریب کے مقام تک معراج عطا کی گئی۔

[24] ملا علی قاری، علی بن سلطان، مرقاة المفاتيح، ج 10، ص548

OPEN ACCESS
CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

ملا علی قاریؒ معراج کے واقعہ میں آسمانوں کے دروازوں پر رسول اکرم ﷺ کے تشریف لے جانے اور وہاں ہونے والے سوال وجواب کو بیان کرتے ہوئے اس میں ایک لطیف عرفانی اشارہ ذکر کرتے ہیں۔

وَلَعَلَّ مَأْخَذَهَا وُقُوفُهُ عَلَى جَمِيعِ الْأَبْوَابِ عَلَى دَأْبِ آدَابِ أَرْبَابِ الْأَلْبَابِ، ثُمَّ السُّؤَالُ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ، وَكَذَا الْجَوَابُ، بِمَرْحَبًا مَرْحَبًا بِذَلِكَ الْجَنَابِ، الْمُشْعِرِ بِالتَّنَزُّلِ الرَّحْمَانِيِّ، وَالِاسْتِقْبَالِ الصَّمَدَانِيِّ، وَالْإِقْبَالِ الْفَرْدَانِيِّ، الْمُشِيرِ إِلَى مَا قَالَ فِي الْحَدِيثِ الْقُدْسِيِّ: «مَنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً، وَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا[25]

شاید اس کی اصل حکمت یہ ہے کہ آپ ﷺ کا ہر دروازے پر ٹھہرنا اہلِ بصیرت کے آداب کے مطابق تھا، پھر پردے کے پیچھے سے سوال کیا گیا اور اسی طرح جواب بھی دیا گیا: "مرحبا، مرحبا اس عظیم ہستی کو!"۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رحمان کی طرف سے خصوصی نزولِ رحمت، صمدانی استقبال اور اللہِ واحد کی خصوصی توجہ نصیب ہوئی۔ یہ اس حدیثِ قدسی کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے" : جو میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں، اور جو میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں اس کی طرف ایک بازو قریب ہو جاتا ہوں۔"

رسول اکرم ﷺ روحانی کمال کے اعلیٰ ترین مرتبہ پر فائز ہیں۔ آپ ﷺ میں علم، معرفت اور اخلاقی کمال کی دونوں قوتیں کامل طور پر جمع ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کو دیگر تمام انبیاء سے بڑھ کر قربِ الٰہی نصیب ہوا اور واقعۂ معراج میں آپ کو اس مقام تک پہنچایا گیا جسے قرآن مجید نے قاب قوسین او ادنیٰ سے تعبیر کیا ہے۔ اور آسمانی دروازوں پر رسول اکرم ﷺ کا رکنا در اصل اہلِ معرفت کے آداب اور مراتبِ قرب کی علامت ہے۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ معراجِ نبوی ﷺ صرف جسمانی سفر نہیں بلکہ قربِ الٰہی، خصوصی معیت اور رحمانی استقبال کا ایک عظیم روحانی مظہر بھی ہے۔

حضور ﷺ کا مقام فنا و بقا:

حضور ﷺ کا مقام روحانی اور عرفانی ایک ایسا عظیم مقام ہے جس میں فناء اور بقا کے مراتب شامل ہیں۔ مقام فناء میں نبی ﷺ کی توجہ مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی ذات اور مراد پر مرکوز ہوتی ہے، جہاں دنیاوی مشغولیات غائب ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد مقام بقا میں یہ روحانی حالت اللہ کی محبت و قرب میں باقی رہنے اور آسمانی نظام کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کی صورت اختیار کرتی ہے۔

ملا علی قاری اسی حدیث معراج کی شرح میں حضور کے مقام فنا کی طرف بھی اشارہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

وَكَانَ نَبِيُّنَا عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ فِي الِاسْتِغْرَاقِ التَّامِّ، وَمُشَاهَدَةِ الْمَرَامِ غَافِلًا عَنِ الْأَنَامِ، كَمَا أَشَارَ إِلَيْهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى بِقَوْلِهِ (مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى[26])[27]

اور ہمارے نبی ﷺ مکمل استغراق میں تھے، اور اللہ تعالیٰ کے مراد کے مشاہدے میں مشغول تھے، دنیاوالوں سے غافل، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "نہ آنکھ بھٹکی اور نہ حد سے بڑھی

[25] ایضاً
[26] النجم:17
[27] ملا علی قاری،علی بن سلطان ،مرقاۃ المفاتیح ،ج 10 ، ص555

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

حضور ﷺ اس مقام پر استغراق تام میں تھے، یعنی اپنی ذات اور دنیاوی تعلقات سے غافل، صرف اللہ تعالی کی مراد میں محو ہے۔ یہ مقام فنافی اللہ کی نشانی ہے، جہاں سالک اپنی نفسانی خواہشات چھوڑ کر اللہ کی معرفت میں مشغول ہو ۔اور آیت مبارکہ حضور ﷺ کی روحانی بصیرت اور کامل استقرار کی تصدیق کرتی ہے۔

مقام بقاء کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ (حضور ﷺ) مشایعت اور اتباع کے آداب کے ساتھ آسمانوں کی طرف بڑھے، اور ہر فرشتے و مقام پر اللہ تعالی نے جو مرتبہ دیا تھا اس میں رک گئے۔ حضور ﷺ نے ہر ایک کو سلام فرمایا، اور تمام مقربین نے اپنے طور پر آپ کو خوش آمدید کہا، یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ کو عبور کیا اور مقام (قاب قوسین أو أدنى) تک پہنچے۔

آپ فرماتے ہیں

وَهَذَا غَايَةُ الْقُرْبِ وَنِهَايَةُ الْحُبِّ، ثُمَّ بِمُقْتَضَى الْبَقَاءِ بَعْدَ الْفَنَاءِ، وَالتَّفْرِقَةِ بَيْنَ الْجَمْعِ، وَالتَّدَلِّي بَعْدَ التَّرَقِّي، وَالرُّجُوعِ إِلَى الْبِدَايَةِ بَعْدَ الْعُرُوجِ إِلَى النِّهَايَةِ لِلْحِكَمِ الصَّمَدَانِيَّةِ، وَلِلْقِسَمِ الْفَرْدَانِيَّةِ رَجَعَ عَنْ حَالِهِ مِنَ الْعَظَمَةِ النَّبَوِيَّةِ، وَالدَّوْلَةِ الْخَاتَمِيَّةِ[28].

یہ قربِ الٰہی اور محبت کی انتہا ہے، پھر مقام بقا کے مطابق فناء کے بعد باقی رہنا، جمع کے بعد تفریق، ترقّی کے بعد تدلی، اور عروج کے بعد ابتدا کی طرف رجوع حکمتِ صمدانیہ اور فردانیت کے تقاضے ہیں، جہاں حضور ﷺ اپنی عظمتِ نبویہ اور دولتِ خاتمیت کے ساتھ واپس آئے۔

یہ مقام بقا حضور ﷺ کی روحانی حالت کو ظاہر کرتا ہے، جہاں فناء کے بعد باقی رہنے کی حقیقت عملی صورت اختیار کرتی ہے۔ حضور ﷺ نہ صرف اللہ کے قرب میں باقی رہے بلکہ آسمانی نظام، فرشتوں اور تمام مرتبہ داروں کے ساتھ تعلق قائم کیا۔ یہ مقام عرفانی سیرت میں روحانی تکمیل، تاثیر، اور اللہ کی محبت و قرب کے اعلیٰ درجات کو واضح کرتا ہے۔

صومِ وصال اور حضور ﷺ کا قربِ الٰہی:

صوم وصال کی حدیث کی شرح میں ملا علی قاریؒ نے نبی کریم ﷺ کی ایک خاص روحانی خصوصیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو صوم وصال سے منع فرمایا کیونکہ مسلسل روزہ رکھنا اور رات کو بھی افطار نہ کرنا عام انسانوں کے لیے مشقت اور کمزوری کا باعث بن سکتا ہے۔ جب صحابہ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ تو صوم وصال کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا" : تم میں سے کون میری مثل ہے؟ "اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کو اللہ تعالی کی طرف سے ایسی خصوصی روحانی تقویت حاصل تھی جو آپ کو اس حالت میں بھی عبادت کی قوت عطا کرتی تھی۔

ملا علی قاری شرح کرتے ہوئے قاضی عیاض کا قول نقل فرماتے ہیں کہ

أَرَادَ بِقَوْلِهِ: «وَأَيُّكُم مِثْلِي» الْفَرْقُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ غَيْرِهِ، لِأَنَّهُ تَعَالَى يُفِيضُ عَلَيْهِ مَا يَسُدُّ مَسَدَّ طَعَامِهِ وَشَرَابِهِ مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ يَشْغَلُهُ عَنِ الْإِحْسَاسِ بِالْجُوعِ وَالْعَطَشِ، وَيُقَوِّيهِ عَلَى الطَّاعَةِ[29].

[28] ملا علی قاری، علی بن سلطان، مرقاۃ المفاتیح ،ج 10 ، ص571-572
[29] ایضا ،باب مسائل متفرقة من كتاب الصوم ،ج 4 ، ص419

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Special Seerah Issue 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
August 31, 2026

آپ ﷺ کے قول "تم میں سے کون میری مثل ہے " کا مقصد آپ اور دوسروں کے درمیان فرق کو واضح کرنا ہے، کیونکہ اللہ تعالی آپ پر ایسا فیضان فرماتا ہے جو آپ کے لیے کھانے اور پینے کی جگہ کافی ہو جاتا ہے، اس طرح کہ وہ آپ کو بھوک اور پیاس کے احساس سے غافل کر دیتا ہے اور آپ کو عبادت پر قوت عطا کرتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا اللہ تعالی کے ساتھ تعلق محض ظاہری عبادت تک محدود نہیں بلکہ ایک خاص روحانی تعلق اور فیضان پر مبنی تھا۔ اللہ تعالی کی طرف سے ملنے والی یہ باطنی قوت آپ ﷺ کو ایسے اعمال کی قدرت عطا کرتی تھی جو عام لوگوں کی طاقت سے باہر تھے۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ نے صومِ وصال کو اپنی خصوصیت قرار دیا اور امت کو اس سے منع فرمایا۔ اس بیان میں دراصل نبی کریم ﷺ کے قربِ الٰہی، روحانی استغراق اور عبادت میں غیر معمولی استقامت کی جھلک نمایاں ہوتی ہے، جو سیرتِ نبوی کے عرفانی پہلو کو واضح کرتی ہے۔

آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ صرف تاریخی واقعات یا ظاہری اعمال تک محدود نہیں، بلکہ اس میں باطنی معرفت، بندگی، محبت، اخلاص، توکل، رضا اور قربِ الٰہی کے اعلیٰ درجے نمایاں ہیں۔ آپ ﷺ اللہ تعالی کے سب سے زیادہ معرفت والے اور خشیت و تقویٰ میں سب سے کامل ہیں۔ آپ کی سیادت اور عظمت، دنیاوی فخر یا اقتدار پر نہیں بلکہ کامل عبودیت اور تواضع میں مضمر ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں اعلیٰ مقام کے باوجود عاجزی اور انکساری اختیار کی، دنیاوی شان و شوکت کی خواہش نہیں رکھی اور اللہ کی رضا و بندگی کو اعلیٰ مقام سمجھا۔

آپ ﷺ اللہ کے حبیب ہیں، یعنی آپ کی محبت اور قربِ الٰہی مکمل اور خود مختار ہے، جو خلیل کی سطح سے بلند ہے۔ آپ ﷺ کی شخصیت دوسروں کے لیے نمونہ اور مرکزِ اقتداء ہے، اور یہ اثر نہ صرف اخلاق بلکہ روحانی تربیت، سکینت اور اصلاحِ معاشرہ میں ظاہر ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کی حیا، قلبی پاکیزگی اور عرفانی صفات ہر عمل میں نظر آتی ہیں، اور خلوت گزینی دل کی توجہ اور معرفتِ الٰہی میں اضافے کا ذریعہ ہے۔ اس طرح سیرتِ نبوی ﷺ انسانیت کے لیے نہ صرف شریعت اور اخلاق بلکہ روحانی کمال، معرفت اور قربِ الٰہی کا مکمل عملی نمونہ ہے۔

ان مباحث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ علامہ ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ المفاتیح میں سیرتِ نبوی ﷺ کے عرفانی پہلوؤں کو قرآن و سنت کی روشنی میں نہایت متوازن انداز سے بیان کیا ہے۔ آپؒ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ معرفتِ الٰہی، عبودیت، محبوبیت، تواضع اور قربِ الٰہی کے کامل ترین مظہر ہیں، اور تمام روحانی مقامات کی اصل بنیاد آپ ﷺ کی اتباع ہے۔ مزید یہ واضح ہوا کہ ملا علی قاریؒ نے خلوت، شقِّ صدر، معراج، فنا و بقا اور صومِ وصال جیسے مباحث کو سیرتِ نبوی ﷺ کے روحانی اور تربیتی پہلوؤں سے جوڑ کر یہ ثابت کیا ہے کہ حقیقی تصوف شریعت سے جدا نہیں بلکہ اتباعِ رسول ﷺ ہی معرفتِ الٰہی اور تزکیۂ نفس کا صحیح راستہ ہے۔ اس طرح مرقاۃ المفاتیح سیرتِ نبوی ﷺ کے عرفانی مطالعے کا ایک اہم اور مستند ماخذ ثابت ہوتی ہے۔

CC BY